مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں مجلسِ ذکر منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور روح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالا "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اب بھی جاری ہے۔

هنوز آن ابرِ رحمت درفشان است   خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۴ سائیڈ اے ۲ر اکتوبر ۱۹۸۱ء

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد وّ آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! ایک صحابیہ ہیں حضرت ام علاء انصاریہ رضی اللہ عنہا وہ فرماتی ہیں کہ جب مہاجرین مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو مہاجرین کو تقسیم کر دیا گیا کہ کوئی انصاری کسی کو کوئی کسی کو رکھتا رہا اپنے پاس تو انصار نے بے حد مدد کی کسی نے کسی کو رکھا کسی نے کسی کو رکھا۔ اس طرح ہوتا رہا۔ حضرت ام علاء جو ہیں یہ فرماتی ہیں کہ ہمارے حصے میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے، حضرت عثمان بن مظعون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی بھی ہیں رضاعی، دُودھ شریک بھائی بھی تھے۔ ایسے ہوا کہ اُن کی وفات ہو گئی جب وفات ہوئی، تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی، آپ تشریف لائے اور ان کو چوما بھی ہے، اُن کی زبان سے ایک جملہ نکلا کہ میں یہ گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اکرام بخشا ہے۔ شهادتي عليك لقد اكرمك الله

میں یہ گواہی دیتی ہوں کہ اللہ نے آپ کو اپنے یہاں اکرام اور اعزاز بخشا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلّم نے ایسی بات کہنے سے منع فرما دیا کہ ایسی بات نہ کہو شہادتی علیك کا مطلب تو یہ ہے کہ میں گواہی دیتی ہوں اس بات کی اور گواہی دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے پورا علم ہو جس چیز کا پورا پتہ ہو علم ہو آدمی اس کی گواہی دے سکتا ہے ویسے گواہی کا لفظ نہیں استعمال ہو سکتا، کیونکہ گواہی کے معنی ہیں میں نے دیکھا مجھے یقین ہے اور میں قسم سے کہتا ہوں تو قسم گواہی کے اندر خود موجود ہوتی ہے یہ جو پڑھتے ہیں اشہد ان لا الہ الا اللہ اس کا ترجمہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں، لیکن گواہی کا مطلب یہ ہے کہ میں بہ قسم کہتا ہوں کہ مجھے یہ یقین ہے قسم کا لفظ اس کے اندر موجود ہوتا ہے۔ شہادۃ کے لفظ کے اندر قسم کا لفظ ہوتا ہے۔ اگر کوئی فقط شہادۃ کا لفظ استعمال کر رہا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے گواہی بھی دی اور قسم سے گواہی دی تو انھوں نے یہ جملہ جب کہا تو رسول کریم علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے منع فرما دیا کہ یہ جملہ کہنے کا حق کسی کو نہیں ہے، ہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے اُمّید ہے جہاں تک میری معلومات ہیں وہ یہ ہیں میرا گمان غالب یہ ہے تو یہ الفاظ تعریف کے لیے استعمال کر سکتا ہے کیونکہ اب کسی کو کسی کے بارے میں پتہ چلنا کہ کیا حال ہے اس کا۔ یہ اگر پتا چلتا بھی ہے کسی کو تو اس کو یقینی نہیں کہا جا سکتا اسے کہا جائے گا "ظنی" ظنی کا مطلب یہ ہے کہ غیر یقینی ممکن ہے اسے کشف میں غلطی ہو گئی ہو کیونکہ کشف میں غلطیاں ہو جاتی ہیں ——————— کشف

کا معاملہ تو یہ ہے کہ یہ تو بہت پہلے سے چلا آ رہا ہے جب سے انسان پیدا ہوا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آگے تک چلا آ رہا ہے۔ فلاسفۂ یونان میں کشف کا سلسلہ بہت تھا۔ اور طریقے ہیں داخل تھا اُن کے، کشف سکھاتے تھے۔ افلاطون گزرا ہے وہ بھی بڑا صاحب کشف تھا۔ اُس کی موت بھی اس طرح پر ہوئی ہے۔ وہ کسی پر توجّہ کرتا تھا۔ اپنی روح نکال لیتا تھا۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ میں بدن سے اپنی رُوح نکال کر بھیجتا ہوں اور معلومات فراہم کرتا ہوں تو اس کی موت اسی میں ہوئی ہے۔ کوئی مٹکے جیسی چیز بنا رکھی تھی اُس کے اندر بیٹھ جاتا تھا۔ ایک دن لگ جائے۔ آدھا دن لگ جائے، دو دن لگ جائیں تین دن لگ جائیں پھر وہ ٹھیک ہو جاتا تھا اور بات کرتا تھا۔ اتنے دن نہ کھانا نہ پینا نہ کچھ، ایک دفعہ ایسے ہی کر رہا تھا کہ بادشاہ کے سر میں درد ہوا۔ اس نے پوچھا تھا روح کیا ہے تو اس نے کہا میں بیٹھتا ہوں مٹکے میں وہ بیٹھ گیا اور اس نے کہا تین دن سے پہلے مجھے نہ اُٹھانا، اگر تم نے تین دن سے پہلے مجھے اُٹھایا تو یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ میں زندہ ہی نہیں رہوں گا میں مر جاؤں گا۔ بادشاہ کے سر میں درد شروع ہوا اور ایسا درد ہوا کہ وہ تڑپ

رہا تھا ایک حکیم دوسرا حکیم بلاتا رہا، نہیں ہوا فائدہ' اس کے شاگردوں سے جب فائدہ نہ ہوا پھر اس نے کہا کہ انہیں بلاؤ۔ بادشاہ سرپھرا ہوتا ہے اس نے کہا کہ اگر میرے سر کو فائدہ نہ ہوا اور ان کو نہ بلایا تو میں تم سب کو مروا دوں گا۔ تو اب شاگردوں نے اسے اٹھایا اس نے آنکھ کھول کے انہیں دیکھا، اس کی آنکھوں سے آنسوں آئے اس کے شاگردوں نے کہا آپ اپنی اکیلے کی موت پر رو رہے ہیں اور یہاں اس نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ نے اگر اس کا علاج نہ کیا آکے تو آپ کے سارے شاگرد مارے جائیں گے جو آپ کے علمی خزانے ہیں سب ختم ہو جائیں گے، تو اب یہ ہے کہ آپ کی اکیلے کی موت ہوگی، اس وقت سب کی ہوگی۔ پھر یہ پورا ہوش میں آگیا اور بولا کہ میرا مطلب یہ تھا کہ اس کو ایسی دوا دو جس سے اس کا نزلہ بہہ جائے آنسو آجائیں تو اس سے اس کو فائدہ ہو جائے گا یہ مطلب تھا میرا رو نہیں رہا تھا اس بات پر بہرحال وہ اسی میں مرگیا اب ادھر یہ ہے۔ جاپان میں بدھ مذہب میں ہیں، ہندو مذہب میں بھی سادھو وغیرہ ہیں یہ صاحبِ کشف ہوتے ہیں مگر اپنے مذہب کے صحیح ہونے اور غلط ہونے کی انہیں پہچان نہیں ہوتی۔ صرف اتنی تمیز ہو جاتی ہے کہ اللہ ایک ہے تو توحید کے تو قائل ہو جاتے ہیں اس حد تک تو پہنچ جاتے ہیں، لیکن یہ کہ اس سے زیادہ باتیں معلوم ہوں اللہ تعالیٰ کیا چاہتے ہیں بندے سے یہ نہیں جانتے اس لیے نبی بھیجے گئے۔ ورنہ انبیاء کرام کے بجائے سارے خود ہی کر لیا کرتے سب کو کشف ہوتا اور وہ کر لیا کرتے تو کشف جو ہے یہ ہے ظنی چیز یعنی غیر یقینی پورا یقین سے نہیں کہا جا سکتا جو کسی کے بارے میں کچھ پتہ چلے کسی کو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام یہ بھی تو صاحبِ کشف تھے مگر منع فرما دیا صحابیہ کو کہ یہ نہیں کہہ سکتیں ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو بتلاتے تھے وہ صحیح تھا بالکل کسی کے بارے میں فرمایا کہ یہ ایسے ہے یہ ایسے ہے، وہ بالکل صحیح ہے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر فلاں جگہ ہے۔

سُرخ ٹیلہ ہے اس کے قریب ہے۔ بیت المقدس کے پاس اگر میں وہاں ہوتا تو میں تمہیں اُن کی قبر دکھا دیتا۔ وہ جو آپ دکھاتے قبر اُن کی تو وہ وہی ہوتی۔ اس میں تردد نہیں ہو سکتا اور اس میں فرق بھی نہیں ہو سکتا، مگر یہ وحی کی بات ہے باقی اور کسی کو وحی نہیں ہوتی وہ کشف ہوتا ہے تو کشف جو ہے وہ حجت نہیں ہے، وہ ظنی چیز ہے کبھی صحیح کبھی غلط اکثر صحیح کبھی غلط اکثر غلط کبھی صحیح سبھی طرح کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور آپ کو بھی پیش آتا رہتا ہوگا آپ کہتے ہیں کہ ابھی تو میں سوچ ہی رہا تھا کہ تم یہاں ہوگے اور وہ

کہتا ہے کہ میں ابھی یہ کام کر رہا تھا کہ میرے ذہن میں آیا کہ میں اِدھر ہو آؤں آپ کہتے ہیں کہ میں بیس منٹ پہلے تیس منٹ پہلے تمہیں سوچ ہی رہا تھا۔ اِدھر آپ نے سوچا اُدھر اُس نے سوچا یہ ایک لطیف سلسلہ ہے۔ ریڈیائی سے بھی لطیف، وہ ہے یہ سلسلہ جو کبھی کبھی قائم ہوتا ہے جو آدمی کو نظر آتا ہے۔ بہت لوگوں کے ساتھ گزرتا رہتا ہے تو اُس کو بڑھا لیتے ہیں تو آگے اور چیزیں نظر آنے لگتی ہیں اور محسوس ہونے لگتی ہیں، بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن پر دوسروں کو تعجب ہوتا ہے۔ کلکتہ میں ایک یعقوب صاحب تھے، تشریف لے گئے میں نے اُن کا حال معلوم کیا معلوم ہُوا وفات ہوگئی اُن کی، اور ایسی ہُوئی کہ ایک دن گئے قبرستان وہاں اپنے لیے جگہ پسند کی اور قبر کھُدوائی اور کہا کہ آٹھویں دن یہاں آجاؤں گا اور واقعی آٹھویں دن اُن کی وفات ہوگئی اور اُس قبر میں مدفون ہُوئے، بالکل عجیب تھا واقعہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کوئی آدمی نہیں جانتا کہ اُس کی موت کہاں آنے والی ہے۔ دریا میں آئے گی، سمندر میں آئے گی، جل کے آئے گی، کس طرح آئے گی، گھر میں آئے گی۔ پردیس میں آئے گی۔ کہیں کہیں ایسا ہوتا ہے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کسی کو بتا دیتے ہیں تو یہ کسی کو بتا دینا علم نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلا دینا کہلائے گا۔ علم تو جب کہلائے گا کہ وہ ہر ایک کے بارے میں بتا سکے کہ اس کی فلاں جگہ ہوگی اس کی فلاں جگہ ہوگی اور یہ تو نہیں بتا سکتا۔ اَب صحابیہ نے جب یہ کہا کہ اللہ نے اکرام کیا ہے اور اکرام سے اُنہیں نوازا ہے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تمھیں کیسے پتہ؟ تو اُن کے دل میں ایک طرح کا بڑا صدمہ ہُوا، کیونکہ وہ کہتی ہیں کہ یہ آدمی اللہ کے نزدیک قابلِ اکرام نہیں تو کون قابلِ اکرام ہوگا۔ اس لیے کہ اس قدر متقی اور باعمل شخص تھے اور اُن کی ایسی کیفیات تھیں اگر یہ نہیں ہوں گے تو کون ہوگا پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مزید سمجھایا مگر ان کی طبیعت میں بہت تکلیف رہی یہ کیا قصّہ ہے کیا بات ہے تو ایک دفعہ اُنھوں نے خواب دیکھا کہ ایک چشمہ ہے ـــــ پُوچھا یہ کس کا ہے چشمہ تو کسی نے بتلایا کہ عثمان بن مظعونؓ کا ہے یہ چشمہ تو اُنھوں نے نبی علیہ السّلام سے عرض کیا کہ میں نے ایسے خواب دیکھا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا ذٰلِکَ عَمَلُہٗ یُجْرٰی لَہٗ یہ عمل ہے اُن کا جو اُن کے لیے جاری کیا گیا ہے یا جاری رکھا گیا۔ یُجْرٰی لَہٗ یہ ان کے اعمالِ صالحہ ہیں۔ جب کوئی آدمی کوئی کام کر جاتا ہے نیک جب تک اثرات چلتے ہیں اس وقت تک اُسے ثواب ملتا رہتا ہے کسی نے کسی کو نماز پڑھنی سکھائی ہے تو جب تک وہ نماز پڑھتا رہے گا ساری عمر اُس کو ثواب ملتا رہے گا کسی کو مُسلمان کیا ہے

(باقی صفحہ ۶۰ پر)

آپ کے شیخ کو ضرورت نکاح کی ہے آپ جاکر کہیں کہ میری بیٹی حاضر ہے اور وہ نکاح آپ سے کرنے پر راضی ہے۔ مرید نے جاکر شیخ کی خدمت میں عرض کیا، شیخ بھی تیار ہوگئے، غرضکہ نکاح ہوگیا۔ اب شب کو شیخ بیوی کے پاس پہنچے تو اس حالت میں کہ نہایت تندرست جوان، نہایت حسین، بڑی بڑی آنکھیں، پتلے پتلے ہونٹ، لمبی صراحی دار گردن، اس لڑکی نے منہ چھپا لیا اور سوال کیا کہ تم کون ہو فرمایا کہ میں تیرا ہوں، تیری دین داری کی وجہ سے مَیں نے خدا سے دُعا کی مجھ کو اللہ نے ایسی قوتِ تصرف کی عطا فرما دی کہ صورت بدل سکوں۔ اب میں تمہارے پاس اسی شان سے آیا کروں گا۔

وہ لڑکی جواب دیتی ہے کہ اس میں تو میرا حظِ نفس شامل ہوگیا۔ مَیں نے تو محض اللہ کے واسطے آپ کی خدمت کو قبول کیا تھا، اب یا تو اس صورت کو چھوڑ دو، ورنہ مجھ کو چھوڑ دو۔" [1]

بقیہ: درس حدیث

تو بھی یہی ہوگا وہ چلتا رہے گا اُس کے سارے عمل جتنے ہوں گے۔ اُن میں اُس کا ثواب کم نہیں ہوگا، اور اُس کو مزید ثواب ملتا رہے گا تو اس طرح کی جو نیکیاں ہیں وہ تم نے اُن کی دیکھی ہیں۔ یہ فرماتی ہیں پھر مجھے تسلّی ہوگئی کہ اُن کا حال اچھا ہے اللہ کے ہاں۔ آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بہت سی چیزیں تعلیم فرمائی ہیں اور بتلائی ہیں۔ انسان کو علمِ دین حاصل کرنا چاہیے۔ معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ اللہ ہم سب کو علم اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ: سیرۃ مُبارکہ

سورج اور زمین و آسمان کو بھی خالق و قادر ذوالجلال نے اس کے لیے مسخّر کر دیا ہے وہ ہر ایک پر حکم چلا سکتا ہے جس کو چاہے اپنے کام میں لا سکتا ہے۔

یہ ہے انسان کی حیثیت اسلام کی نظر میں اور خود فراموشی یہ ہے کہ انسان اپنی اس حیثیت سے اور اس حیثیت کے بموجب جو اُس کے فرائض ہیں اُن سے غافل ہو۔

---

[1] الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۲۰۷